

سلسلہ اشاعت امامیہ مشن نمبر ۱۶۵

تذکرہ
امام
الحکیم

مکتبہ العلوم
کراچی



از ارشادات

حضرت سید العلماء مدظلہ

HAJJ GHULAM ALI HAJJ ISMAIL
READING ROOM & LIBRARY
15, PARADESE BUILDING
OPP. N.W. TOWER,
KARACHI-2. (PAKISTAN.)

محصول از

قیمت ۳۰/-

تعارف

یہ رسالہ جو امامیہ مشن کی طرف سے پیش ہو رہا ہے درحقیقت سرکار سید العلماء مدظلہ کی اُس معرکہ آرا تقریر کا خلاصہ ہے جو یکم نومبر ۱۹۵۲ء کو گنگا پرشاد میموریل ہال لکھنؤ میں اس موضوع پر ہوئی تھی کہ ”ہلاکت اور شہادت کا فرق واقعہ کربلا کی روشنی میں“۔

اسے بروقت معاون مشن جناب سید عابد حسین صاحب طباطبائی نے قلم بند کر کے ہمیں مرحمت فرمایا جس کے لیے ہم اُن کے شکر گزار ہیں امید ہے کہ اس رسالہ کی غیر معمولی افادیت کے پیش نظر افراد قوم نہ صرف یہ کہ خود خرید فرمائیں گے بلکہ کثیر تعداد میں خرید فرما کر غیر اقوام میں تقسیم بھی فرمائیں گے۔ والسلام

خادم ملت
سید ابن حسین نقوی
آنریری جنرل سکرٹری امامیہ مشن
لکھنؤ

محرم ۱۳۷۵ھ



الحمد لله رب العالمين والصلوة على سيد المرسلين
واله الطاهرين -

انسان کی زندگی کن مقاصد سے وابستہ ہے جب تک اس کا تعلق
نہ ہو، اُس وقت تک انسان کی قربانی کا صحیح مصرف متعین نہیں ہو سکتا۔
اور ظاہر ہے کہ جتنا مقصد بلند ہو اُتنی شے میں بلندی اور جتنا مقصد پست
اُتنی پستی ہوتی ہے -

دنیا میں مختلف پیشے اور کاروبار ہیں۔ ہر ایک کا درجہ اُس کے
مقصد کے لحاظ سے ہے۔ معمار کا کام عمارت بنانا اور معلم کا کام علوم کی
تدریس کرنا ہے۔ پہلے کا تعلق اینٹ گار سے ہے اُس کا مقصد
پست ہے اس لیے تمام عقلاء کے نزدیک اُس کا درجہ پست اور دوسرے کا
کام علم کے جوہر سے آراستہ کرنا ہے۔ اس کا تعلق جوہر روح کے ساتھ ہے
جس کا درجہ بلند ہے۔ اس لیے خود اس کام کا درجہ بلند ہے۔

چونکہ مقصد خود ذریعہ سے اہم ہوتا ہے اس لیے ہمیشہ مقصد سے
ذریعہ پست ہوتا ہے اس لیے اگر کسی نے زندگی کا مقصد نیچا رکھا ہے تو
زندگی نیچے آئے گی اور اگر مقصد بلند رکھا ہے تو زندگی میں بلندی پیدا ہوگی
انسان نے عالم مشاہدہ میں کائنات کی چیزوں پر نظر کی۔ ہواؤں کی

بلندی کو دیکھا، سمجھا کہ یہ مجھ سے مافوق ہیں۔ ادبچے ادبچے درختوں کو دیکھا تو اپنے کو نارسا سمجھا۔ حیوان کے ساتھ بہت سی اپنی ضرورتوں کو دایت دیکھا تو اپنے کو اُن کا مرہون احسان سمجھ لیا۔ اس طرح اُس میں احساس کمتری پیدا ہوتا گیا اور وہ اپنے کو سب سے پست سمجھ لیا۔ اس کا مقتضایہ ہے کہ یہ ان میں سے کسی کے استعمال کا حق نہیں رکھتا بلکہ وہ خود ان میں سے ہر شے کی خدمت کرنے کے لیے رہ گیا۔ اُسے اب تو پوری زندگی ان سب کی پوجا میں صرف کر دینا چاہیے۔ اس طرح اُس کی نگاہ پست ہو گئی اور نگاہ کے ساتھ معیارِ اخلاق پست ہوا۔ بلندیِ اخلاق کے لیے ضرورت ہے کہ انسان کو اُس کا صحیح درجہ بتایا جائے۔ اس طرح اُس کے مقاصدِ حیات بلند ہوں گے اور پھر اُس کی زندگی بھی بلند ہو جائے گی۔

اس کے لیے قرآن کریم نے افرادِ انسانی کو آواز دے کر بتایا مخلوق لکم ما فی الارض جمیعاً "کارگاہِ عالم میں جتنی کائنات ہے وہ سب تمہارے لیے ہے۔"

پہاڑ کتنے ہی بڑے ہوں، درخت کتنے ہی بلند ہوں، حیوان کتنے ہی خیر و برکت کا سرچشمہ ہو، تصرف کا حق ان سب میں تم کو ہے۔ اب جب تمام کائنات انسان کے لیے ہو گئی تو اسے احساسِ بلندی ہونا چاہیے۔ اب اس کا مقتضایہ ہے کہ یہ پہاڑوں، درختوں اور حیوانات کے آگے نہ جھکے۔ یہ لالہ کی منزل ہے۔ یہاں پر تمام کائنات سے معبود ہونے کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہاں تک انسان پہنچ گیا۔ اب

انسان سے مافوق ہستی کا اگر تصور نہ ہوا تو زندگی بے مقصد ہوگی اور غلط مقصد میں صرف ہونے والی زندگی ہی کی طرح اخلاقی طور پر بے مقصد زندگی بھی پست ہوگی۔

اپنے ہی کو اپنا مقصد اگر بنالیا تو بے کاری، تن آسانی اور سہولت پسندی کی زندگی بسر ہوگی۔ اس کا نظریہ یہ ہوگا کہ عیش کرو، مزے سے زندگی بسر کرو اور ممکن سے ممکن آرام اور ہر طرح کے لذائذ نفس حاصل کرو کیونکہ جو کچھ بھی ہو بس تم ہی ہو۔

اب اس نصب العین کی صورت میں تصادم بھی ناگزیر ہے کیونکہ مادرِ فطرت کے بطن سے کوئی ایک ہی فرد تو پیدا نہیں ہوتا ہے بلکہ افراد انسانی بکثرت ہیں۔ اب اگر نوع انسانی میں سے ہر فرد نے اپنے لطف اور لذت نفس ہی کو نصب العین قرار دے لیا تو ہر ایک کے جینے کی راہ میں دوسرے کی زندگی حائل ہوگی۔ اس طرح کوشش ہوگی کہ دوسرے کی زندگی سے اپنی زندگی کو مقدم سمجھا جائے اور اس کا نتیجہ یہی ہے کہ قوی ضعیف کو اور دولت مند غریب کو کھا جائے۔ اپنے کو اپنا مقصد بنالینے کا تقاضا عقلی یہی ہے کہ جو شخص اپنی ذات کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اُسے پہنچانا چاہیے اور جو نہیں فائدہ پہنچا سکتا وہ بد قسمت ہے اور اُسے استحقاقِ حیات ہی نہیں ہے اسی سے ”طاقت حق ہے“ کا نظریہ قائم ہوتا ہے۔

اس ذہنیت کا علاج صرف یہ ہے کہ اس انسان کو اُس سے مافوق قوت کا تصور قائم کر دیا جائے اور وہ قوت بھی ایسی جو تمام نوع انسانی سے یکساں تعلق رکھتی ہے۔ اب جب اُس کی رضا جوئی مطلوب ہوگی تو

اُن کے لیے وہ چھوہینے کی زندگی اس مصرت میں صرف ہونے کے بعد
اس طولانی حیات میں تبدیل ہو گئی جس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

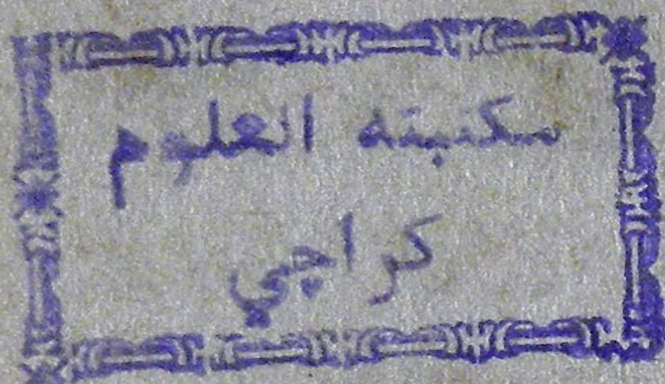
یہ شہید ہونے والے ایسے نئے جنموں نے مقصد کی بلندی کو
دیکھ کر اپنی جانیں باختیار خود نذر کر دیں۔ شک کی گنجائش نہیں ہے۔
یقیناً باختیار۔ اے یوں ہی دیکھ لیجئے کہ کربلا میں انکارِ بیعت جس وقت
بھی افراد سے بدل جاتا اُسی وقت جانیں خطرہ سے محفوظ ہو جاتیں۔
لیکن انکارِ انتہا تک رہا۔۔۔ بڑوں کا کیا ذکر کسی بچہ تک نے
امام سے نہیں کہا کہ بس اب مصائب نہیں اُٹھتے۔ اب بیعت
کر لیجئے۔

یہاں تک کہ جب امام شہید ہو گئے اور اہلِ حرم رہ گئے
تو ان میں سے کبھی کسی کے ذہن میں بیعت کا خیال پیدا نہیں ہوا۔
یہ یہ ظلم کرتے کرتے عاجز ہو گیا اور آخر میں جب احساسِ شکست ہوا
تو پشیمانی کا اظہار کرنے لگا لیکن حضرت امام حسینؑ کے بعد کسی
اُن کے یہاں کے غلام یا کنیر یا آج تک اُن کے کسی نام پورا تک کو
پشیمانی نہیں ہوئی۔

وہ پشیمانی کیا تھی؟ اپنی موت کا احساس تھا جس میں غلط
مقصد میں کوشش کرنے والے کو مبتلا ہونا ہے۔ خواہ وہ کچھ عرصہ تک
دنیا میں زندہ رہے تو وہ زندہ ہی اُس کی موت ہے اور خواہ اُس
راستے پر مر جائے تو وہ مرنا بھی ہلاکت ہے جو دائی ہے اور

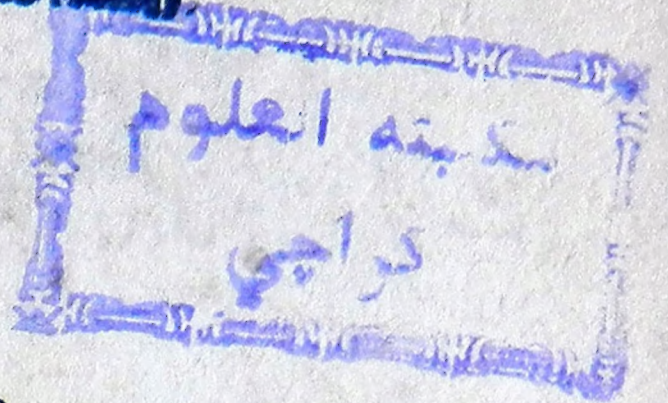
موت سے بدتر ہے ۔

اور کارنامہ حسینی پر نازش و بالیدگی کا سبب صرف حیاتِ جاودانی کا احساس ہے جو شہادت کے ساتھ وابستہ ہے اور جتنا شہادت کا مرتبہ رفیع ہوگا اتنے ہی زندگی کے نقوش زیادہ نمایاں ہوں گے۔ جیسا کہ شہید کربلا حضرت امام حسینؑ جو سید الشہداء تھے، ان کی شہادت سے حاصل شدہ زندگی بھی ہر زندگی سے زیادہ درخشاں اور پائدار ہے ۔



HAJI GULAMATI HAJI ISMAEL
READING ROOM & LIBRARY
193, RAFAI BAI BUILDING
OPP. M. W. TOWER,
KARACHI-2 (PUNJAB, INDIA)

HAJI MUHAMMAD HAJI ISMAIL
REDAKSHAN
803, HAJI MUHAMMAD HAJI ISMAIL
OPP. NEW TOWER,
SARACHI-2, (PAKISTAN)



پبلشر

مرزا حیدر حسین

اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن نخاس - لکھنؤ
(انڈیا)

مطبوعہ سرفراز قومی پریس - لکھنؤ